

قرآن کی روشنی میں منافقین کے ثقافتی صفات

<?xml encoding="UTF-8?">

خودی اور اپنائیت کا اظہار منافقین کو اپنی تخریبی اقدامات جاری رکھنے کے لئے تاکہ صاحب ایمان حضرات کی اعتقادی اور ثقافتی اعتبار سے تخریب کاری کرسکیں، انہیں ہر چیز سے اشد ضرورت مسلمانوں کے اعتماد و اعتبار کی ہے تاکہ مسلمان منافقین کو اپنوں میں سے تصور کریں اور ان کی اپنائیت میں شک سے کام نہ لیں، اس لئے کہ منافقین کے انحرافی القائات معاشرے میں اثر گذار ہوں اور ان کے منحوس مقاصد کی تکمیل ہوسکے۔

ان کی تمام سعی و کوشش یہ ہے کہ خود معاشرے میں اپنائیت کی جلوہ نمائی کرائیں، اس لئے کہ وہ جانتے ہیں اگر ان کے باطن کا افشا، اور ان کے اسرار آشکار ہوگئے تو کوئی شخص بھی منافقین کی باتوں کو قبول نہیں کریگا اور ان کی سازشیں جلد ہی ناکام ہوجائیں گی، ان کے راز افشا ہونے کی بنا پر اسلام کے خلاف ہر قسم کی تبلیغی فعالیت، نیز سیاسی سر گرمی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، لہذا منافقین کا بنیادی اور ثقافتی هدف اپنے خیر خواہ ہونے کی جلوہ نمائی اور عمومی مسلمانوں کے اعتماد کو کسب کرنا ہے اور یہ بہت عظیم خطرہ ہے کہ افراد و اشخاص، بیگانے اور اجنبی شخص کو اپنوں میں شمار کرنے لگیں، اور معاشرہ میں خواص کی نگاہ سے دیکھا جانے لگے، ثقافتی حادثہ اس وقت وجود میں آتا ہے کہ جب مسلمین منافقین کی ثقافتی روش طرز سے آشنائی نہ رکھتے ہوں اور ان کو اپنا دوست بھی تصور کریں، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مختلف افراد کے ظواہر پر اعتماد کرنے کے خطرات اور اشخاص کی اہمیت پر توجہ کرنے کی ضرورت کے متعلق فرماتے ہیں۔

((انما اتا کبا لحديث اربعة رجال ليس لهم خامس رجل منافق مظهر للایمان متصنع بالاسلام لا يتأثم ولا يتحرج يكذب على رسول الله متعمدا فلو علم الناس انه منافق كاذب لم يقبلوا منه ولم يصدقوا قوله ولكنهم قالوا صاحب رسول الله رآه وسمع منه و لقف عنه فياخذون بقوله) ([1])

یاد رکھو کہ حدیث کے بیان کرنے والے چار طرح کے افراد ہوتے ہیں جن کی پانچویں کوئی قسم نہیں ایک وہ منافق ہے جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اسلام کی وضع و قطع اختیار کرتا ہے لیکن گناہ کرنے اور افترا میں پڑنے سے پرہیز نہیں کرتا ہے اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف قصداً جھوٹی روایتیں تیار کرتا ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو یقیناً اس کے بیان کی تصدیق نہیں کریں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صحابی ہیں انہوں نے حضور کو دیکھا ہے ان کے ارشاد کو سنا ہے اور ان سے حاصل کیا ہے اور اسی طرح اس کے بیان کو قبول کرلیتے ہے۔

اظہار اپنائیت کے لئے منافقین کی راہ و روش منافقین اظہار اپنائیت کے لئے مختلف روش و طریقے سے استفادہ کرتے ہیں، چونکہ یہ مبدا و معاد پر ایمان ہی نہیں رکھتے ہیں، لہذا راہ و روش کی مشروعیت یا عدم جواز ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا، اور ان کے نزدیک قابل بحث بھی نہیں ہے ان کی منطق میں هدف کی تحصیل و تکمیل کے لئے، ہر وسائل سے استفادہ کیا جاسکتا ہے خواہ وسائل ضد انسانی ہی کیوں نہ ہوں یہاں منافقین کی اظہار اپنائیت کے سلسلہ میں فقط پانچ طریقوں کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ کذب و ریاکاری کے ذریعہ اظہار کرنا:

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے نفاق کا اصلی جوہر کذب اور اظہار کا ذبانہ ہے منافقین اظہار اپنائیت کے لئے وسیع پیمانہ پر حربہ کذب سے استفادہ کرتے ہیں کبھی اجتماعی اور گروہی شکل میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں، خداوند عالم با صراحت ان کو اس اقرار میں کاذب تعارف کراتا ہے اور پیامبر عظیم الشان سے فرماتا ہے، اگرچہ تم واقعاً فرستادہ الہی ہو لیکن وہ اس اقرار میں کاذب ہیں اور دل سے تمہاری رسالت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

(اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقون لکاذبون) ([2])
پیامبر! یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

جس وقت مومنین، منافقین کو ایجاد فساد و تباہی سے منع کرتے ہیں، خود کو تاکید کے ساتھ مصلح و آباد گر کہتے ہیں خداوند عالم ان کی گفتار کی تکذیب کرتے ہوئے ان کے مفسد ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔

(واذا قيل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون) ([3])

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ سب مفسد ہیں اور اپنے فساد کو سمجھتے بھی نہیں ہیں۔

منافقین اپنی کذب بیانی سے، پہلے کھی گئی بات کو آسانی سے انکار بھی کردیتے ہیں، تاریخی شواہد کے مطابق کسی موذر میں جب یہ کوئی بات کرتے تھے اور اس کی خبر رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوجاتی تھی تو یہ سرے ہی سے اس کا انکار اور شدت سے اس خبر کی تکذیب کردیتے تھے۔

نقل کیا گیا ہے کہ "جلاس" نام کا منافق جنگ تبوک کے زمانہ میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض خطبے کو سننے کے بعد اس کا انکار کرتے ہوئے پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب بھی کی، حضور کی مدینہ واپسی کے بعد عامر ابن قیاس نے پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جلاس کی حرکات کو بیان کیا، جب جلاس حضور کے خدمت میں پہونچا تو عامر بن قیس کی گزارش کو انکار کر بیٹھا، آپ نے دونوں کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں منبر کے نزدیک قسم کھائیں کہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں دونوں نے قسم کھائی، عامر نے قسم میں اضافہ کیا خدایا! اپنے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیت نازل کرکے جو صادق ہے اس کا تعارف کرا دے، حضور اور مومنین نے آمین کھی، جبرئیل نازل ہوئے اور اس آیت کو پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

(یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامهم) ([4])

یہ اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ایسا نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

یہ اور مذکورہ آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ کذب اور تکذیب، منافقین کا ایک طرہ امتیاز ہے تاکہ مومنین کی صفوف میں نفوذ کرکے اپنائیت کا اظہار کرسکیں۔

منافقین پیامبر عظیم الشان (ص) کے دور میں تصور کرتے تھے کہ کذب و تکذیب کے ذریعہ آپ کو فریب دے سکتے ہیں تاکہ اپنے باطن کو مخفی کرسکیں خداوند عالم منافقین کی اس روش کو افشا کرتے ہوئے تاکید

کر رہا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ پیامبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے احوال و اوضاع سے بے خبر ہیں یا خوش خیالی کی بنا پر تمہاری باتوں پر اطمینان کر لیتے ہیں۔

نقل کیا جاتا ہے کہ جماعت نفاق کے افراد آپس میں بیٹھے ہوئے پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناسزا الفاظ سے یاد کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے کہا: ایسا نہ کرو، ڈرتا ہوں کہ یہ بات (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں تک پہنچ جائے اور وہ ہم کو برا بھلا کہیں اور افراد کو ہمارے خلاف ورغلائیں، ان میں سے ایک نے کہا: کوئی اہم بات نہیں، جو ہمارا دل چاہے گا کہیں گے، اگر یہ بات ان کے کانوں تک پہنچ بھی جائے، تو ان کے پاس جاکر انکار کر دیں گے چونکہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش خیال و منہ دیکھے ہیں، کوئی جو کچھ بھی کہتا ہے قبول کر لیتے ہیں اس موقع پر سورہ توبہ کی ذیل آیت نازل ہوئی اور ان کے اس غلط تصور و فکر کا سختی سے جواب دیا۔

(منہم الذین یوذون النبی ویقولون هو اذن) [5]

ان (منافقین) میں سے جو پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو صرف کان (سادہ لوح و خوش باور) ہیں۔

۲۔ باطل قسمیں یاد کرنا:

دوسری وہ روش جس کو استعمال کرتے ہوئے منافقین مومنین کے حلقہ میں نفوذ کرتے ہیں، باطل قسمیں کھانا ہے، وہ ہمیشہ شدید قسموں کے ذریعہ سعی کرتے ہیں تاکہ اپنے باطن کو افشا ہونے سے بچا سکیں اور اسی کے سایہ میں تخریبی حرکتیں انجام دیتے ہیں۔

(اتخذوا ایمانہم جنة فصدوا عن سبیل اللہ) [6]

انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا لیا ہے اور لوگوں کو راہ خدا سے روک رہے ہیں۔ منافقین باطل اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ کوشش کرتے ہیں کہ خود کو مومنین کا خیر خواہ ثابت کریں، اور صاحب ایمان کے حلقہ میں اپنا ایک مقام بنالیں۔

(ویحلفون باللہ انہم لمنکم وما ہم منکم و لکنہم قوم یفرقون) [7]

اور یہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں اس بات پر کہ یہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ بزدل لوگ ہیں۔

منافقین چونکہ واقعی ایمان کے حامل نہیں، رضائے الہی کا حصول ان کے لئے اہمیت نہیں رکھتا ہے اور معاشرے میں اپنی ساکھ اور اعتبار بھی بنائے رکھنا چاہتے ہیں اور معاشرہ کے افراد کی توجہ کی حصول کے لئے زیادہ اہتمام بھی کرتے ہیں لہذا مختلف میدان میں جھوٹی قسمیں کھا کر مومنین حضرات کی رضایت و خشنودی کو حاصل کرتے ہیں۔

خدا قرآن میں تصریح کر رہا ہے کہ منافقین کا بنیادی مقصد مومنین کی رضایت کو حاصل کرنا ہے حالانکہ رضایت الہی کا حصول اہمیت کا حامل ہے جب تک خدا راضی نہ ہو بندگان خدا کی رضایت منافقین کے لئے سودمند ہو ہی نہیں سکتی ہے شاید مومنین کی رضایت سے سوء استفادہ کرتے ہوئے مزید کچھ دن تخریبی کاروائی انجام دے سکیں۔

(یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین) [8]

یہ لوگ تم لوگوں کو راضی کرنے کے لئے خدا کی قسم کھاتے ہیں حالانکہ خدا و رسول اس بات کے زیادہ حق دار تھے اگر یہ صاحبان ایمان تھے تو واقعاً انہیں اپنے اعمال و کردار سے راضی کرتے۔

(يُحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ) [9]

یہ تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم راضی بھی ہو جاؤ تو بھی خدا فاسق قوم سے راضی ہونے والا نہیں۔

۳۔ غلط اقدامات کی توجیہ کرنا:

منافقین صاحبان ایمان کی تحصیل رضایت اور حسن نیت کی اثبات کے لئے اپنے غلط اقدامات و حرکات کی توجیہ کرتے ہیں کہ اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے فائدہ حاصل کرسکیں منافقین کی نفسیاتی خصوصیت میں یہ نکتہ مورد بحث قرار دیا گیا ہے اور تصریح کیا گیا ہے کہ منافقین تاویل و توجیہ کے ہتکنڈے کو تمام ہی موارد میں استعمال کرتے ہیں۔

منافقین عمومی افکار اور اعتماد کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتے لہذا اظہار اپنائیت کرتے ہوئے اپنے غلط اقدامات و حرکات کی توجیہ کرتے ہیں اور اپنے باطل مقاصد کو حق کے لباس اور قالب میں پیش کرتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اہل نفاق کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((يَقُولُونَ فِيْشَبْهُونَ وَيَصِفُونَ فِيْمَوْهُونَ)) [10]

جب بات کرتے ہیں تو مشتبہ انداز میں اور جب تعریف کرتے ہیں تو باطل کو حق کا رنگ دے کر، کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے منافقین کے مختلف عذر اور غلط اقدامات کا ذکر کیا ہے اور ان کی تکذیب بھی کی ہے، بطور مثال جنگ تبوک میں اپنے عدم حضور کی توجیہ، ناتوانی و عدم قدرت کی شکل میں پیش کرنا چاہتے تھے کہ خداوند عالم ان سے قبل ان کی اس توجیہ کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَ سَفَرًا قَاصِدًا لَا تَبْعُوْنَكَ وَلٰكِنْ بَعْدَتْ عَلَيْهِمُ الشَّقَّةُ وَ سِيْحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوْ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

مَعَكُمْ يٰهٰلِكُوْنَ اَنْفُسُهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّهُمْ لَكَٰذِبُوْنَ) [11]

پیامبر! اگر کوئی فوری فائدہ یا آسان سفر ہوتا تو تمہارا اتباع کرتے لیکن ان کے لئے دور کا سفر مشکل بن گیا ہے اور عنقریب یہ خدا کی قسمیں کھائیں گے اس بات پر کہ اگر ممکن ہوتا تو ہم ضرور آپ کے ساتھ چل پڑتے، یہ اپنے نفس کو ہلاک کر رہے ہیں اور خدا خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

منافقین کے غلط اقدام کی توجیہ کا ایک اور موقع یہ ہے کہ، تقریباً منافقین میں سے ایک سو اسی افراد نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان وہاں سے واپس آئے تو منافقین مختلف توجیہ کرنے لگے۔

ذیل کی آیت منافقین کی اس غلط حرکات کی سرزنش کے لئے نازل ہوئی ہے خداوند عالم بطور واضح بیان کر رہا ہے کہ ان کے جھوٹے عذر خدا کے لئے پوشیدہ نہیں ہیں ان کے حالات سے مومنین کو باخبر کر کے منافقین کے اسرار سے پردہ اٹھا رہا ہے۔

(يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأْنَا اللّٰهُ مِنْ اٰخٰبِكُمْ وَ سَيَرٰى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ

ثُمَّ تَرْدُوْنَ اِلَى الْعَالَمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةُ فِيْئِنْكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ) [12]

یہ تخلف کرنے والے منافقین تم لوگوں کی واپسی پر طرح طرح کے عذر بیان کریں گے تو آپ کہہ دیجئے کہ تم

لوگ عذر نہ بیان کرو ہم تصدیق کرنے والے نہیں ہیں اللہ نے ہمیں تمہارے حالات بتادیئے ہیں وہ یقیناً تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور رسول بھی دیکھ رہا ہے اس کے بعد تم حاضر و غائب کے عالم (خدا) کی بارگاہ میں واپس کئے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے حال سے باخبر کرے گا۔

۴۔ ظاہر سازی کرنا:

ظواہر دینی کی شدید رعایت، خوش نما و اشخاص پسند گفتگو، اصلاح طلب نظریات و افکار کا اظہار، منافقین کے حربہ ہیں تاکہ طرف کے مقابل کو اپنا ہمنوا بنا کر خودی ہونے کا القاء کرسکیں۔ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے ہم عصر بعض منافقین ظاہر میں عبّاد و زبّاد دھر تھے نماز شب، قرآن کی تلاوت، ان سے طولانی ترین سجدے ترک نہیں ہوتے تھے، ان کی ظاہر سازی سے اکثر مومنین فریب کے شکار ہوجاتے تھے، بہت کم ہی تھے جو ان کے دین و ایمان میں شک رکھتے ہوں۔ منافقین کی ظاہر سازی کچھ اس نوعیت کی تھی کہ بقول قرآن، خود پیامبر عظیم الشان(ص) کے لئے بھی باعث حیرت و تعجب خیز تھی۔

(واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم ان يقولوا تسمع لقولهم)[13]

اور جب آپ انہیں دیکھیں گے تو ان کے جسم بہت اچھے لگیں گے اور بات کریں گے تو اس طرح کہ آپ سننے لگیں گے۔

منافقین کی ظواہر سازی، رفتار و کردار سے اختصاص نہیں رکھتی بلکہ ان کی گفتار بھی فریب و جاذبیت سے لبریز ہے۔

(ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا ويشهد الله على ما في قلبه وهو الّدّٰ الخصام)[14]

انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بتاتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں۔

۵۔ جھوٹے عہد و پیمان کرنا:

خودی ظاہر کرنے کے لئے منافقین کا ایک اور وطیرہ وعدہ اور اس کی خلاف ورزی ہے بسا اوقات منافقین سے عادتاً ایسی خطائیں سرزد ہوتی تھیں کہ جس کی کوئی توجیہ و تاویل ممکن نہیں تھی یا مومنین کے لئے قابل قبول نہیں ہوتی تھی ایسے مقام پر وہ توبہ کو وسیلہ بناتے تھے اور عہد کرتے تھے اب ایسی خطائیں نہیں کریں گے اور صحیح راستہ پر مستحکم و ثابت قدم رہیں گے لیکن چونکہ دین اور دین کے اعتبارات کے لئے منافقین کے قلب میں کوئی جگہ تھی ہی نہیں جو اپنے عہد و پیمان پر باقی رہتے، تخلف وعدہ ایسے ہی تھا جیسے ان کے لئے کذب وغیرہ..... جنگ احزاب میں منافقین کی وعدہ خلافی کی بنا پر ذیل کی آیت کا نزول ہوا:

(ولقد كانوا عاهدوا الله من قبل لا يولون الأدبار وكان عہد الله مسئّولا)[15]

اور ان لوگوں نے اللہ سے یقینی عہد کیا تھا کہ ہرگز پشت نہیں دکھائیں گے، اور اللہ کے عہد کے بارے میں بھر حال سوال کیا جائے گا۔

خداوند عالم "ثعلبہ بن حاطب" کی عہد گزاری نیز پیمان شکنی کے واقعہ کو یاد دہانی کے طور پر پیش کر رہا ہے، ثعلبہ بن حاطب ایک فقیر مسلمان تھا اس نے پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کرنے کی خواہش کی تاکہ وہ صاحب ثروت ہو جائے حضرت نے فرمایا: وہ تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کرسکتے ہو اس زیادہ اموال سے بہتر ہے جس کی شکر گزاری نہیں کرسکتے ہو، ثعلبہ نے کہا: اگر خدا عطا کرے تو اس کے تمام واجب حقوق کو ادا کرتا رہوں گا۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے اموال میں اضافہ ہونے لگا، یہاں تک کہ اس کے لئے مدینہ میں قیام، نماز جماعت نیز جمعہ میں شرکت کرنا مشکل ہو گیا اطراف مدینہ میں منتقل ہو گیا، جب زکوٰۃ لینے والے گئے تو یہ کہہ کر واپس کردیا کہ مسلمان اس لئے ہوئے ہیں تاکہ جزیہ و خراج نہ دینا پڑے، اگر چہ بعد میں ثعلبہ پشیمان تو ہوا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تنبیہ اور دوسروں کی عبرت کے لئے زکوٰۃ لینے سے انکار کردیا، ذیل کی آیت اسی واقعہ کو بیان کر رہی ہے۔

(وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُونَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ فَلَمَّا آتٰیہُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوْا بِہٖ وَتَوَلَّوْا وَہُمْ مَّعْرُضُوْنَ فَاعْقَبَہُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِہُمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنٰہُ) [16]

ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا اگر وہ اپنے فضل و کرم سے عطا کرے گا، تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے، اس کے بعد جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کردیا تو بخل سے کام لیا، اور کنارہ کش ہو کر پلٹ گئے تو ان کے بکل نے ان کے دلوں میں نفاق راسخ کردیا، اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات کریں گے اس لئے کہ انہوں نے خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولتے ہیں۔

پیمان گزاری و پیمان شکنی، وعدہ اور وعدہ کی خلاف ورزی، آئندہ صالح ہونے کا پیمان اور اس سے روگردانی وغیرہ.....، یہ وہ طریقے ہیں جس سے منافقین استفادہ کرتے ہوئے مومنین کے حلقہ و دینی معاشرے میں خود کو مخفی؛ کئے رہتے ہیں اور عوام فریبی کے لئے زمین ہموار کرتے ہیں۔

منافقین کی ثقافتی خصائص

دینی یقینیات و مسلّمات کی تضعیف منافقین کی ثقافتی رفتار و کردار کی دوسری خصوصیت دینی و مذہبی یقینیات و مسلّمات کی تضعیف ہے یقیناً جب تک انسان کا عقیدہ تحریف، تزلزل، ضعف سے دوچار نہ ہوا ہو۔ کوئی بھی طاقت اس کے عقیدہ کے خلاف زور آزمائی نہیں کرسکتی قدرت کا اقتدار، حکومت کی حاکمیت اجسام و ابدان پر تو ہوسکتی ہے دل میں نفوذ و قلوب پر مسلط نہیں ہوسکتی سر انجام انسان کی رسائی اس شی تک ہو ہی جا تی ہے جسے دل اور قلب پسند کرتا ہے اسلام کا اہم ترین اثر مسلمانوں پر، بلکہ تمام ہی ادیان کا اپنے پیروکاروں پر یہ رہا ہے کہ فرضی و خرافاتی رسم و رواج کو ختم کرتے ہوئے منطقی و محکم اعتقاد کی بنیاد ڈالیں، پہلے تو اسلام نے انسانوں کے اندرونی تحول و انقلاب کے لئے کام کیا ہے پھر اسلامی حکومت کے استقرار کی کوشش کی ہے تاکہ ایسا سماج و معاشرہ وجود میں آئے جو اسلام کے نظریہ کے مطابق اور مورد تائید ہو۔

پیامبر عظیم الشان(ص) پہلے مکہ میں تیرہ سال تک انسان سازی اور ان کے اخلاقی، فکری، اعتقادی ستون کو محکم مضبوط کرنے میں مصروف رہے اس کے بعد مدینہ میں اسلام کی سیاسی نظریات کی تابع ایک حکومت

تشکیل دی منافقین جانتے تھے کہ جب تک مسلمان پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انسان ساز تعلیمات پر گامزن اور خالص اسلامی عقیدہ پر استوار و ثابت قدم رہیں گے، ان پر نہ تو حکومت کی جاسکتی ہے اور نہ ہی وہ تسلیم ہوسکتے ہیں، لہذا ان کی طرف سے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مومنین عقائد، دینی و مذہبی تعلیمات کے حوالہ سے ہمیشہ شک و شبہ میں مبتلا رہیں جیسا کہ آج بھی اغیار کے ثقافتی یلغار و حملہ کا اہم ترین ہدف یہی ہے۔

منافقین کے اہداف یہ ہیں کہ اہل اسلام سے روح اسلام اور ایمان کو سلب کرلیں، منافقین کی تمام تر سعی، دین کے راسخ عقائد اس کے اہداف و نتائج، مذہب کی حقانیت و مسلمات سے مسلمانوں کو دور کردینا ہے تاکہ شاید اس کے ذریعہ اسلامی حکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لے سکیں اور مسلمانوں پر تسلط و قبضہ کرسکیں لہذا منافقین کا اپنے باطل مقاصد کے تکمیل کے لئے بہترین طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک پیدا کریں، اور انواع و اقسام کے شبہات کے ذریعہ مسلمانوں کو دینی مسلمات کے سلسلہ میں وادی تردید میں ڈال دینے کی کوشش کرتے ہیں، تاریخی شواہد اور وہ آیات جو منافقین کی اس روش کو اجاگر کرتی ہیں، بیان کرنے سے قبل، ایک مختصر وضاحت سوال اور ایجاد شبہ کے سلسلہ میں عرض کرنا لازم ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ سوال اور جستجو کی فکر ایک مستحسن اور مثبت پہلو ہے، تمام علوم و معارف انہیں سوالات کے رہین منت ہیں جو بشر کے لئے پیش آئے ہیں اور جس کے نتیجہ میں اس نے جوابات فراہم کئے ہیں، اگر انسان کے اندر جستجو و تلاش کا جذبہ نہ ہوتا جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے نیز ان سوالات کا حل تلاش کرنے کی فکر دامن گیر نہ ہوتی تو یقیناً موجودہ علوم و دانش کی یہ ترقی کسی صورت سے حاصل نہ ہوتی۔

ان سوالات کے حل کے لئے جو انسان کے لئے پیش آتے ہیں دین اسلام میں فراوان تاکید کی گئی ہے، یہ کہا جاسکتا ہے جس قدر علم و تحصیل کی تشویق و ترغیب کی گئی ہے اسی طرح سوالات اور اس کے حل پر بھی زور دیا گیا ہے، قرآن مجید صریح حکم دے رہا ہے اگر کسی چیز کو نہیں جانتے ہو تو اس علم کے علماء اور دانشمندوں سے سوال کرو۔

(فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون)[17]

اگر نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (علماء) سے سوال کرو۔

دوسرا وہ مطلب جو اسلام میں جواب و سوال کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے وہ جوابات ہیں جو خداوند عالم نے قرآن میں بیان کئے ہیں یہ سوالات پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے جاتے تھے خدا نے قرآن میں "یسئلونک" سے بات آغاز کرتے ہوئے ان کے جوابات دئے ہیں[18]

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب روح، ہلال، انفال شراب و قمار کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ سوال اور فکر سوال کی تشویق و تمجید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((العلم خزائن و مفاتیحہا السؤال فاسئلوا یرحمکم اللہ فانہ یوجر فیہ اربعۃ السائل والعالم و المستمع والمحب لہم)) [19]

علم خزانہ ہے اور اس کی کنجیاں سوال کرنا ہے، سوال کرو، (جس چیز کو نہیں جانتے ہو) خداوند متعال تم کو اپنی خاص رحمت سے نوازے گا ہر سوال میں چار فرد کو فائدہ نفع حاصل ہوتا ہے سوال کرنے والے، جواب دینے والے، سننے والے اور اس فرد کو جو ان کو دوست رکھتا ہے۔

ائمہ حضرات کے بہت سارے دلائل، بحث و مباحثات نیز مختلف افراد کے سوالات کا جواب دینا، حتی دشمنوں

اور کافرین کے مسائل کا حل پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سوال ایک امر پسندیدہ و مطلوب شی ہے، ائمہ حضرات کی سیرت میں اس امر کا اہتمام کافی حد تک مشہور ہے [20]

ظاہر ہے کہ وہ سوالات جو درک و فہم اور استفادہ کے لئے کیا جائے، وہ مفید ہے اور فہم و کمال کو بلندی عطا کرتا ہے، لیکن وہ سوالات جو دوسروں کی اذیت، آزمائش یا ایسے علم کے حصول کے لئے ہو جو انسان کے لئے فائدہ مند نہیں ہے، صرف یہی نہیں کہ ایسے سوالات بے قدر و قیمت ہیں بلکہ ممنوع قرار دئے گئے ہیں۔ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے ایک پیچیدہ اور بی فائدہ سوال کے جواب میں فرمایا:

((سل تفقہا ولا تسأل تعنتا)) [21]

سمجھنے کے لئے دریافت کرو الجھنے کے لئے نہیں۔

قرآن مجید میں بھی پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے گئے بعض سوالوں کے جواب کے لحن و طرز سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے سوالات نہیں کرنا چاہئے جن کے جوابات ثمر بخش نہیں ہیں۔ بعض مسلمانوں نے ہلال (ماہ) کے سلسلہ میں سوالات کئے کہ ماہ کیا ہے، وہ کیوں تدریجاً کامل ہوتا ہے، پھر کیوں پہلی حالت پر پلٹ آتا ہے [22]

اللہ اس سوال کے جواب میں پیامبر عظیم الشان کو حکم دیتا ہے کہ ہلال کے تغیرات کے آثار و فوائد کو بیان کریں، ہلال کے متعلق اس جواب کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز جو سوال کرنے و جاننے کے قابل ہے وہ ہلال کی تغیرات کی بنا پر اس کے آثار و فوائد ہیں نہ یہ کہ، کیوں ماہ تغیر کرتا ہے اور اس کی علت کیا ہے (علت شناسی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں)۔

سوال اور شبہ کا اساسی و بنیادی فرق یہ ہے کہ شبہ القا کرنے والے کا ہدف، جواب کا حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ شبہ کا موجد اپنے باطل مطلب کو حق کے لباس میں ان افراد کے سامنے پیش کرتا ہے، جو حق و باطل میں تشخیص دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام شبہ کی اسم گزاری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

((وانما سمیت الشبهة شبهة لانها تشبه الحق)) [23]

شبہ کو اس لئے شبہ کا نام دیا گیا کہ حق سے شبہات رکھتا ہے۔

اگر شبہ ایجاد کرنے والے کو علم ہو جائے کہ کسی مقام پر ہمارا مغالطہ کشف ہو جائے گا اور اس کا باطن ہونا آشکار ہو جائے گا تو ایسی صورت میں وہ اس مقام یا فرد کے پاس اصلاً شبہ کو طرح و پیش ہی نہیں کرتا بلکہ وہاں پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں سعی و کوشش یہ ہوتی ہے کہ شبہ کے احتمالی جواب کو بھی مخدوش کر کے پیش کرے۔

ایسے افراد کے اہداف بعض اشخاص کو اپنے میں جذب اور ان کے مبنی و اصول میں تزلزل پیدا کرنا ہوتا ہے، تاکہ حق کو دور و جدا کرسکیں، شبہ کرنے والے حضرات اپنے باطل کو حق میں اس طرح آمیزش کردیتے ہیں کہ وہ افراد جو تفریق و تمیز کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں وہ فریب کا شکار ہو جائیں۔

شبہات ہمیشہ حق کے لباس میں پیش کئے جاتے ہیں اور آسانی سے سادہ لوح افراد مجذوب ہو جاتے ہیں، شبہ خالص باطل نہیں ہے اس لئے کہ باطل محض اور خالص آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فتنہ کا سر چشمہ حق و باطل کی آمیزش کو بیان کرتے ہیں، آپ مزید فرماتے ہیں کہ اگر حق و باطل ایک دوسرے سے جدا کردئے جائیں تو راستہ کی تشخیص بہت ہی آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔

((انما بدء وقوع الفتن اهواء تتبع و احكام تبتدع يحلاف فيها كتاب الله ويتولى عليها رجال رجالا على غير دين الله فلو ان الباطل خلص من مزاج الحق لم يخف على المرتادين ولو ان الحق خلص من لبس الباطل انقطعت عنه السن المعاندين ولكن يوخذ من هذا ضغث و من هذا ضغث فيميز جان)) [24]

فتنہ کی ابتدا ان خواہشات سے ہوتی ہے جن کا اتباع کیا جاتا ہے اور ان جدید ترین احکام سے ہوتی ہے جو گڑھ لئے جاتے ہیں اور سراسر کتاب خدا کے خلاف ہوتے ہیں اس میں کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہوجاتے ہیں اور دین خدا سے الگ ہوجاتے ہیں کہ اگر باطل حق کی آمیزش سے الگ رہتا تو حق کے طلبگاروں پر مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور اگر حق باطل کی ملاوٹ سے الگ رہتا تو دشمنوں کی زبانیں کھل نہیں سکتی تھیں، لیکن ایک حصہ اس میں سے لیا جاتا ہے اور ایک اس میں سے، اور پھر دونوں کو ملا دیا جاتا ہے۔ تحقیقی اور تخصصی مسائل کو علمی ظاہر کرتے ہوئے، غیر علمی حلقے و ماحول میں پیش کرنا ایجاد کرنے کا روشن ترین مصداق ہے۔

شبہ کا القا

دینی و اعتقادی مسلّمات کو ضعیف و کمزور کرنے کے لئے منافقین کی اہم ترین روش، القا شبہ ہے جس کے ذریعہ دین و ایمان کی روح و فکر کو خدشہ دار کردیتے ہیں۔ منافقین سخت اور حساس مواقع پر خصوصاً جنگ و معرکہ کے ایام میں شبہ اندازی کرکے مومنین کی مشکلات میں اضافہ اور مجاہدین کی فکر و حوصلہ کو تباہ اور برباد کر دیتے ہیں تاکہ میدان جنگ و نبرد کے حساس مواقع پر شرکت کرنے سے روک سکیں۔ اس مقام پر منافقین کی طرف سے پیش کئے گئے دو شبہ قرآن مجید کے حوالہ سے پیش کئے جارہے ہیں۔

۱۔ دین کے لئے فریب کی نسبت دینا

منافقین جنگ بدر کے موقع پر خداوند عالم کی نصرت و مدد اور مسلمین کی کامیابی و فتح یابی کے وعدے کی تکذیب کرتے ہوئے، ان کے وعدے کو فریب و خوش خیالی قرار دے رہے تھے، قصد یہ تھا کہ ایجاد اضطراب کے ذریعہ وعدہ الہی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے اعتقاد و ایمان میں ضعف و تزلزل پیدا کردیں، تاکہ وہ میدان جنگ میں حاضر نہ ہوسکیں۔

خداوند عالم اس مسئلہ کی یاد دہانی کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے تصریح کرتا ہے کہ خدا کا وعدہ یقینی ہے اگر توکل و اعتماد رکھو گے تو کامیاب و کامران ہوجاؤ گے۔

(واذ يقول المنافقون والذين في قلوبهم مرض غرّ هواء دينهم ومن يتوكل على الله فان الله عزيز حكيم) [25]

جب منافقین اور جن کے دل میں کھوٹ تھا کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں (مسلمان) کو ان کے دین نے دھوکہ دیا ہے حالانکہ جو شخص اللہ پر اعتماد کرتا ہے تو خدا ہر شی پر غالب آنے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

منافقین نے اسی سازش کو جنگ احزاب (خندق) میں بھی استعمال کیا۔

(واذ يقول المنافقون والذين في قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله الا غرورا)[26]

اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا یہ کہہ رہے تھے کہ خدا و رسول نے ہم سے صرف دھوکہ دینے والا وعدہ کیا ہے۔

آیت فوق کی شان نزول یہ ہے کہ مسلمان خندق کھودتے وقت ایک بڑے پتھر سے ٹکرائے، سعی فراوان کے بعد بھی پتھر کو نہ توڑ سکے، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد کے لئے درخواست کی، آپ نے الہی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین وار اور ضرب سے پتھر کو توڑ ڈالا، اور آپ نے فرمایا: یہاں سے حیرہ، مدائن، کسریٰ و روم کے قصر و محل میرے لئے واضح و آشکار ہیں، فرشتہ وحی نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت ان پر کامیاب اور فتحیاب ہوگی نیز ان کے تمام قصر و محل زیر تصرف ہوں گے پھر آپ نے فرمایا: خوش خبری اور مبارک ہو تم مسلمانوں پر اور اس خدا کا شکر ہے کہ اس محاصرہ و مشکلات کے بعد فتح و ظفر ہے۔ اس موقع پر ایک منافق نے بعض مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پر تعجب نہیں کرتے ہو، کس طریقہ سے تم کو بے بنیاد وعدوں کے ذریعہ خوش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں سے روم و حیرہ و مدائن کے قصر کو دیکھ رہا ہوں اور جلد ہی فتح نصیب ہوگی، یہ اس حال میں تم کو وعدہ دے رہے ہیں کہ تم دشمن سے مقابلہ کرنے میں خوف و ہراس کے شکار ہو [27]

۲۔ حق پر نہ ہونے کا شبہ ایجاد کرنا

دوسرا وہ القاء شبہ جسے ہمیشہ منافقین خصوصاً میدان جنگ اور معرکہ میں ایجاد کرتے تھے حق پر نہ ہونے کا شبہ تھا، جب جنگوں میں مسلمان خسارہ اور نقصان میں ہوتے تھے یا بعض مجاہدین درجہ شہادت پر فائز ہوتے تھے، یا اہل اسلام شکست سے دوچار ہوتے تھے تو منافقین اس کا بہانہ لے کر طرح طرح کے شبہ ایجاد کرتے تھے کہ اگر حق پر ہوتے تو شکست نہیں ہوتی، یا قتل نہیں کئے جاتے، اور اس طرح سے مسلمانوں کو شک اور تزلزل میں ڈال دیتے تھے۔

قرآن مجید سے استفادہ ہوتا ہے کہ منافقین نے جنگ احد اور اس کے بعد سے اس انحرافی فکر کو القا کرنے میں اپنی سعی تیز تر کردی تھی۔

(ويقولون لو كان لنا من الأمر شيء ما قتلنا ههنا)[28]

اور کہتے ہیں کہ اگر اختیار ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہم یہاں نہ مارے جاتے۔

منافقین میدان جنگ میں شکست کو نبوت پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے آئین کی نا درست و ناسالم ہونے کی علامت سمجھتے تھے اور یہ شبہ ایجاد کرتے تھے اگر یہ (شہدا) میدان جنگ میں نہ جاتے تو شہید نہ ہوتے۔

(الذين قالوا لأخوانهم و قعدوا لو اطاعونا ما قتلوا)[29]

یہی (منافقین) وہ ہیں جنہوں نے اپنے مقتول بھائیوں کے بارے میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ ہماری اطاعت کرتے تو ہرگز قتل نہ ہوتے۔

خداوند عالم ان کے اس شبہ (جنگ میں شرکت قتل کئے جانے کا سبب ہے) کا جواب بیان کر رہا ہے، موت ایک الہی تقدیر و سر نوشت ہے موت سے فرار میسر نہیں، اور معرکہ احد میں قتل کیا جانا نبوت و پیامبر صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے نا سالم ہونے اور ان کے نادرست اقدام کی علامت نہیں، جن افراد نے اس جنگ میں شرکت نہیں کی ہے موت سے گریز و فرار نہیں کرسکتے ہیں یا اس کو موخر کرنے کی قدرت و توانائی نہیں رکھتے ہیں۔

(قل لو كانوا فى بيوتكم لبرز الذين كتب عليهم القتل الى مضاجعهم)[30]

تو آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم گھروں میں بھی رہ جاتے تو جن کے لئے شہادت لکھ دی گئی ہے وہ اپنے مقتل تک بہر حال جاتے۔

قرآن موت و حیات کو خدا کے اختیار میں بتاتا ہے معرکہ و جنگ کے میدان میں جانا موت کے آنے یا تاخیر سے آنے میں مؤثر نہیں ہے۔

(والله يحيى و يميت والله بما تعملون بصير)[31]

موت و حیات خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے اس مطلب کی تاکید کی کہ موت و حیات انسان کے اختیار میں نہیں ہے منافقین کے لئے اعلان کیا جارہا ہے کہ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ موت و حیات تمہارے اختیار میں ہے تو جب فرشتہ مرگ نازل ہو تو اس کو اپنے سے دور کردینا اور اس سے نجات حاصل کر لینا۔

(قل فادروا عن انفسكم الموت ان كنتم صادقين)[32]

پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو اب اپنی ہی موت کو ٹال دو۔

مسلمانوں کو اپنے مذہب و عقیدہ میں شک سے دوچار کرنے کے لئے منافقین ہمیشہ یہ نعرہ بلند کیا کرتے تھے، اگر ہم حق پر تھے تو کیوں قتل ہوئے اور کیوں اس قدر ہمیں قربانی دینی پڑی، ہمیں جو جنگ احد میں ضربات و شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا دین اور آئین حق پر نہیں ہے۔ قرآن کے کچھ جوابات اس شبہ کے سلسلہ میں گزر چکے ہیں، اساسی و مرکزی مطلب اس شبہ کو باطل کرنے کے لئے مورد توجہ ہونا چاہئے وہ یہ کہ ظاہری شکست حق پر نہ ہونے کی علامت نہیں ہے جس طریقہ سے ظاہری کامیابی بھی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔

بہت سے انبیاء حضرات کہ جو یقیناً حق پر تھے، اپنے پروگرام کو جاری کرنے میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوسکے، بنی اسرائیل نے بین الطلوعین ایک روز میں ستر انبیاء کو شہید کر ڈالا اور اس کے بعد اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، کوئی حادثہ وجود میں آیا ہی نہیں، تو کیا ان پیامبران الہی کا شہید و مغلوب ہونا ان کے باطل ہونے کی دلیل ہے؟ اور بنی اسرائیل کا غالب ہوجانا ان کی حقانیت کی علامت ہے؟ یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہے، دین کے سلسلہ میں فریب کی نسبت دینا اور حق پر نہ ہونے کے لئے شبہ پیدا کرنا، منافقین کے القاء شبہات کے دو نمونہ تھے جسے منافقین پیش کرتے تھے لیکن ان کے شبہات کی ایجاد ان دو قسموں پر منحصر و محصور نہیں ہے۔

دین کو اجتماع و معاشرت کے میدان سے جدا کر کے صرف آخرت کے لئے متعارف کرانا، دین کے تقدس کے بھانے دین و سیاست کی جدائی کا نعرہ بلند کرنا، تمام ادیان و مذاہب کے لئے حقانیت کا نظریہ پیش کرنا، صاحب ولایت کا تمام انسانوں کے برابر ہونا، صاحب ولایت کی درایت میں تردید اور اس کے اوامر میں مصلحت سنجی کے نظریہ کو پیش کرنا، احکام الہی کے اجرا ہونے کی ضرورت میں تشکیک وجود میں لانا، خدا محوری کے بجائے انسان محوری کی ترویج کرنا، اس قبیل کے ہزاروں شبہات ہیں جن کو منافقین ترویج کرتے تھے اور کر رہے ہیں، تا کہ ان شبہات کے ذریعہ دین کے حقایق و مسلمات کو ضعیف اور اسلامی معاشرہ سے روح ایمان کو

خالی کردیں اور اپنے باطل و بیہودہ مقاصد کو حاصل کرلیں۔

البتہ یہ بات ظاہر و عیاں ہے کہ منافقین مسلمانوں کے اعتقادی و مذہبی یقینیات و مسلمات میں القاء شبہات کے لئے اس نوع کے مسائل کا انتخاب کرتے ہیں جو اسلامی حکومت و معاشرے کی تشکیل میں مرکزی نقش رکھتے ہیں اور ان کے تسلط و قدرت کے لئے موانع ثابت ہوتے ہیں، اسی بنا پر منافقین کے القاء شبہات کے لئے زیادہ تر سعی و کوشش دین کے سیاسی و اجتماعی مبانی نیز دین و سیاست کی جدائی اور دین کو فردی مسائل سے مخصوص کردینے کے لئے ہوتی ہیں۔

- [1] نہج البلاغہ، خطبہ ۲۱۰۔
- [2] سورہ منافقون/۱۔
- [3] سورہ بقرہ/۱۱، ۱۲۔
- [4] سورہ توبہ/۴۲۔
- [5] سورہ توبہ/۶۱۔
- [6] سورہ منافقون/۲۔
- [7] سورہ توبہ/۵۶۔
- [8] سورہ توبہ/۶۲۔
- [9] نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲۔
- [10] نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲۔
- [11] سورہ توبہ/۴۲۔
- [12] سورہ توبہ/۹۴۔
- [13] سورہ منافقون/۲۔
- [14] سورہ بقرہ/۲۰۴۔
- [15] سورہ احزاب/۱۵۔
- [16] سورہ توبہ/۷۷/۷۵۔
- [17] سورہ نحل/۴۲ و سورہ انبیاء/۷۔
- [18] رجوع کریں بقرہ/۸۹، ۲۱۵/ ۲۱۷/ ۲۱۹۔
- [19] میزان الحکمة ج ۴، ص ۳۳۰۔
- [20] بعض مطالب کو کتاب الاحتجاج، مرحوم طبرسی، ج ۱، ۲ میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔
- [21] نہج البلاغہ، حکمت ۳۲۰۔
- [22] سورہ بقرہ/۱۸۹۔
- [23] نہج البلاغہ، خطبہ ۳۸۔
- [24] نہج البلاغہ، خطبہ ۵۰۔
- [25] سورہ انفال/۴۹۔
- [26] سورہ احزاب/۱۲۔
- [27] سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۱۹، منشور جاوید، ص ۷۴، ۷۵۔

[28] سوره آل عمران/۱۵۴.

[29] سوره آل عمران/۱۶۸.

[30] سوره آل عمران/۱۵۴.

[31] سوره آل عمران/۱۵۶.

[32] سوره آل عمران/۱۶۸.